سیر و سوانح

حضرت سیّد علی ہمدانی کے سیاسی افکار*

ڈاکٹر بدرالدین بٹ

حضرت سید علی ہمدانیؒ المعروف بہ شاہِ ہمدان (۱۳۱۴ء — ۱۳۸۵ء) کی اصل شہرت صوفی اور مبلغ کی حیثیت سے ہے۔ انھوں نے اسلام کی ترویج و اشاعت کے لیے اپنی عمر عزیز کے اکیس برس صرف کیے اور اسی مقصد سے مزدقان، ختلان، بلخ، بدخشاں ختا، یزد، شام، بغداد، روم، ماوراء النہر، بیت المقدس، سری لنکا، ایلاق، جبل الفتح، جزیرہ صحف، جبل لبنان، جبل القدوم، گاذروں، جبل الابواب اور کشمیر وغیرہ کی سیاحت کی[1]۔ نتائج کے اعتبار سے کشمیر کی سیاحت اہم مانی جاتی ہے کیونکہ یہاں شاہ ہمدانؒ ہی کی مبارک کوششوں سے اسلام تحریکی انداز سے پھیلا، جس کے نتیجہ میں ہزاروں بندگان خدا اسلام کے نور سے منور ہوئے اور کشمیر میں سیاسی، سماجی اور مذہبی انقلاب برپا ہوا اور وہ ہمیشہ کے لیے مسلمانوں کا ایک مرکز بن گیا[2]۔

مگر شاہ ہمدانؒ نہ صرف ایک صوفی صافی، مبلغ اسلام اور مشہور جہاں گرد تھے بلکہ وہ ایک اعلیٰ درجے کے مصنف و شاعر بھی تھے۔ تذکروں میں ان کی تصانیف کی تعداد ایک سو ستر تک بتائی گئی ہے جو مختلف موضوعات سے تعلق رکھتی ہیں[3]۔

سیاست سے حضرت شاہ ہمدانؒ کو اصلاً کوئی سروکار نہ تھا تاہم اپنے وقت کے کئی حکمرانوں سے ان کے مراسم تھے جن کے نام وہ اصلاحی مکاتیب بھی لکھتے رہے انھی حکمرانوں میں سے ایک کی استدعا پر انھوں نے فارسی میں ایک کتاب "ذخیرۃ الملوک" تصنیف

---

* شاہ ہمدانؒ کی سوانح کے لیے ملاحظہ ہو مقالہ نگار کا مضمون 'حضرت شاہ ہمدان اور کشمیر' مطبوعہ تحقیقات اسلامی جلد ۷ شمارہ ۲ جون ۱۹۸۸ء

کی بھی جوان کی ضخیم ترین اور اہم کتاب ہے[۴۹]۔ اس کے ترجمے اردو، لاطینی، فرانسیسی اور ترکی زبانوں میں ہو چکے ہیں۔

ذخیرۃ الملوک دس ابواب پر مشتمل ہے اس کے پانچویں باب میں حضرت شاہ ہمدانؒ نے حکومت و سلطنت کے بارے میں اپنے خیالات تفصیل سے ظاہر کیے ہیں۔

حکومت وحاکم کی ضرورت

حضرت شاہ ہمدانؒ کے نزدیک ایک صحت منداور بہتر معاشرہ کے لیے حکومت کا ہونا ضروری ہے۔ اکابر علماء اور اہلِ بصیرت حکماء و فلاسفہ کے نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ انسانی نفوس وطبائع اپنی جدا جدا خصوصیات اور مختلف صلاحیتوں کے لحاظ سے انوارِ جمالی وجلالی کا فیضان حاصل کرنے میں متفاوت واقع ہوئی ہیں اور اسی بنا پر لوگوں کے مطالب ومقاصد اور اغراض ایک دوسرے سے مختلف ہو گئے ہیں اور اُن کے عقائد اور اخلاق و افعال میں کھلا فرق پایا جاتا ہے۔ مذموم اوصاف اور رذائل اخلاق مثلاً ظلم وستم، زیادتی، کینہ حسد اور بخل آدمی کی فطرت میں داخل ہو گئے ہیں پس خداوند برتر کی کامل حکمت نے چاہا کہ لوگوں کے درمیان ایک حاکم عادل اور مصلح کامل موجود ہو جو اولادِ آدم کے حکام کی کارگزاریوں اور اہلِ عالم کی سرگرمیوں کو فیصلہ کُن قوت اور مؤثر نصیحت وفہمائش اور مناسب تعلیم وتربیت سے صحیح راستے پر لگا دے اور احکام شریعت کو نافذ کرنے میں ممکن حد تک پوری کوشش کرے۔ اسلامی حدود وقوانین کی حفاظت کے لیے لوگوں کے درمیان مساوات اور برابری قائم رکھے اور سیاسی طاقت اور انسدادی تدابیر کو بروئے کار لا کر طاقتور کے ظلم وزیادتی کرنے والے ہاتھوں کو کمزوروں اور مظلوموں کی طرف بڑھنے سے روکے تاکہ زندگی کا نظام صحیح صورت میں قائم رہے[۵۰]۔

خلیفہ وحکومت کی ضرورت واضح کرنے کے بعد حضرت شاہ ہمدانؒ لکھتے ہیں کہ اسلامی حکومت اصل میں خلافت ربانی ہے اس لیے جو کوئی عدل واحسان کے ساتھ حدود شرع کی حفاظت اور احکام دین کو دنیا میں نافذ کرنے کی کوشش کرے وہ زمین میں اللہ کا نائب، برگزیدہ، سایۂ الٰہی* اور خلیفۂ رحمان ہو گا۔ اس کے برعکس جو حکمراں عدل و

* حاکم کے لیے سایۂ الٰہی کا استعمال غیر اسلامی ہے۔ (جلال الدین عمری)

انصاف کو پس پشت ڈال کر خواہشاتِ نفس کی غلامی میں شریعت اسلامیہ کو نافذ کرنے میں عدمِ دلچسپی سے کام لے گا وہ حقیقت میں دجال کا نائب، خدا اور رسول کا دشمن اور خلیفۂ شیطان ہوگا۔

حضرت شاہ ہمدانؒ کے نزدیک رسول اللہؐ کے بعد خلفائے راشدین کی پیروی ایک مسلمان حکمران کے لیے لازمی ہے۔ انھوں نے حضرات ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضوان اللہ علیہم اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے واقعات پیش کر کے مسلمان حکمرانوں کے سامنے ایک ایسا نمونہ رکھا ہے جس پر چل کر وہ اپنی سلطنت میں دیانت داری، عدل و انصاف، رحم و رافت، کشادہ دلی، عفو و درگزر اور آزادی تنقید و تقریر کی مثالیں پیش کر سکتے ہیں۔

مثالی حکومت کی اہم شرطیں

ایک مثالی حکومت کے لیے حضرت شاہ ہمدانؒ نے دس شرطیں بیان کی ہیں جن کے بغیر سلطنت کے دینی اور دنیادی امور و مسائل کا صحیح انتظام نہیں ہو سکتا۔

پہلی شرط یہ ہے کہ حکمران اپنے آپ کو رعایا ہی کے مانند ایک فرد تصور کرے اور دوسروں کو اپنے اوپر حاکم سمجھے اس لیے جب کوئی واقعہ یا مسئلہ درپیش ہو تو اس میں دوسرے کا جو فیصلہ اپنے لیے جائز نہ سمجھے اپنا بھی ویسا فیصلہ دوسروں کے لیے جائز نہ سمجھے، اور جو کچھ اپنے لیے پسند نہیں کرتا اُسے کسی مسلمان کے لیے پسند نہ کرے۔[۷]

دوسری شرط یہ ہے کہ مسلمانوں کی حاجت پوری کرنے کو اعلیٰ عبادت سمجھے۔ محتاجوں اور ضرورت مندوں کے لیے فکرمند رہے اور ان کی ضرورتوں اور فرمائشوں کا منتظر رہے اور جب اُسے معلوم ہو کہ کوئی مسلمان کسی کام کے لیے اس کے دروازے پر منتظر ہے تو جب تک اس کی حاجت پوری نہ کر لے کسی عبادت میں مشغول نہ ہو اور اپنے آرام کی خاطر مسلمانوں کی حاجتوں سے بے پروائی روا نہ رکھے۔[۸]

تیسری شرط یہ ہے کہ کھانے پینے اور لباس میں خلفائے راشدین کی سیرت کی پیروی کرے اور اپنے نفس کو اچھی غذا اور پُرتکلف لباس کا عادی نہ بنائے۔[۹]

چوتھی شرط یہ ہے کہ شرعی حکم میں نرمی سے بات کہے اور بے وجہ سختی نہ کرے اور لوگوں کے عذر سننے سے ملول نہ ہو اور کمزوروں، مسکینوں اور محتاجوں سے بات کرنے

میں اُسے عار نہ معلوم ہو۔[۱۰]

پانچویں شرط یہ ہے کہ مخلوق کو راضی رکھنے کے لیے احکام الٰہی کو جاری و نافذ کرنے میں سستی اور نرمی نہ برتے اور کسی کی خوشنودی کے لیے شریعت کے احکام کی خلاف ورزی یا اس سے گریز کو روا نہ رکھے اور یہ جان لے کہ حکومت کی خصوصیت ہی یہ ہے کہ لوگ حاکم سے ناراض رہا کرتے ہیں کیونکہ ہر ہر فریق کو حق و انصاف کے ذریعہ خوش نہیں کیا جا سکتا اور تمام لوگوں کو راضی رکھنا عادل حکمران کے لیے کسی طرح ممکن نہیں۔ حاکم کا حکم بے طمع اور بے غرض اور صرف اللہ کی رضا کے لیے ہونا چاہیے اُسے لوگوں کی ناراضگی سے نہیں ڈرنا چاہیے۔[۱۱]

چھٹی شرط یہ ہے کہ وہ حکومت و ولایت کی عظمت و اہمیت سے غافل نہ رہے اور یقین جانے کہ حکومت و امارت ایک ایسا ہتھیار ہے جس کے ذریعہ آخرت کی سعادت اور نیک نامی بھی حاصل کی جا سکتی ہے اور اسی سے انسان ابدی شقاوت، عذاب اور بدنامی میں بھی مبتلا ہو سکتا ہے لیکن اکثر بادشاہوں کا یہی حال ہے کہ وہ دنیا کی مکدّر اور فانی دولت پر اترانے لگتے ہیں اور خواہشات نفس کے پیچھے چل کر اپنے دین کو تباہ اور جھوٹی عزت کے لیے ایمان کو برباد کر دیتے ہیں۔[۱۲]

ساتویں شرط یہ ہے کہ صلحاء و علمائے دین کی زیارت و صحبت کا راغب اور خواستگار ہو اور دجال سیرت جاہلوں اور نیک صورت فاسقوں سے احتراز کرے جو علماء و مشائخ کے بھیس میں رہتے ہیں مگر دنیاوی طمع کے واسطے ہر کمینے ظالم کی تعریفیں کرتے ہیں۔[۱۳]

آٹھویں شرط یہ ہے کہ حاکم تکبر اور جبر و سختی سے مخلوق کو اپنے سے متوحش اور بیزار نہ کرے بلکہ کمزوروں اور زیر دستوں کے ساتھ عدل و احسان اور شفقت کر کے اپنے آپ کو رعایا کا محبوب اور پیارا بنا لے۔[۱۴]

نویں شرط یہ ہے کہ صاحب سلطنت اپنے نائبوں اور عاملوں یعنی حاکموں کی خیانت اور ظلم سے غافل نہ ہو اور بھیڑیوں کی خصلت والے ظالموں کو مظلوم رعایا پر مسلط نہ کرے اور جب ان میں سے کسی ایک کی خیانت ظاہر ہو تو اس کو گرفت میں لا کر ایسی سزا دے جو دوسروں کے لیے مرقع عبرت ہو اور حکومت کی سیاست اور رعب و داب میں سہل انگاری اور سستی روا نہ رکھے اور دولت مندوں کو نصیحت اور خوف دونوں کے ذریعہ مہذب بنائے

اور راہِ راست پر لائے۔[۱۵]

دسویں شرط فراست اور عقل مندی ہے۔ ہر حاکم اور بادشاہ پر واجب ہے کہ حوادث و واقعات اور مسائل میں گہرے غور و فکر سے کام لے اور عقل و فہم سے کام لے کر ہر حکم کی حقیقت کی خوب چھان بین کرے اور بصیرت کی آنکھ سے لوازم، لواحق اور عوارض پر نظر کرے۔ اگر یہ نمایاں امور میں سے ہو تو شریعت کی روشنی میں جلد ان کا فیصلہ کر دے اور اگر مخفی، پوشیدہ، پیچیدہ اور مشکل معاملہ ہو تو اس کی کنہ کو نور فراست سے تاڑے اور ایسے معاملہ میں محض نقل کرنے والوں پر اعتماد نہ کرے کیونکہ حوادث و مسائل بے انتہا اور لامحدود ہوتے ہیں اور جو امور و مسائل نقل کیے جاتے ہیں وہ محدود ہوتے ہیں اس لیے محدود لامحدود کو حل کرنے میں کافی نہیں ہو سکتا۔[۱۶]

مسلم رعایا کے حقوق

حضرت شاہ ہمدان نے اسلامی ریاست میں مسلموں، غیر مسلموں اور ذمیوں کے حقوق پر بھی تفصیل سے بحث کی ہے۔ ان کے نزدیک مسلم رعایا کے بیس[۲] حقوق حکمرانوں پر عائد ہوتے ہیں جن کا ادا کرنا حکمران پر فرض ہے ان حقوق کی تفصیل بیان کرتے وقت حضرت شاہ ہمدانؒ نے قرآن، حدیث، اسوۂ رسول اللہؐ اور خلفائے راشدینؓ کے طرزِ عمل سے استفادہ کیا ہے۔

حاکم پر مسلم رعایا کا پہلا حق یہ ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کے ساتھ تواضع سے پیش آئے اور حکومت و ولایت کی وجہ سے کسی مسلمان کے ساتھ تکبر سے پیش نہ آئے اور یہ یقین رکھے کہ اللہ متکبروں اور جباروں کو دشمن رکھتا ہے۔

دوسرا حق یہ ہے کہ حاکم ایک دوسرے کی نسبت عوام الناس کی باتیں نہ سنے کیونکہ اس کا نتیجہ فتنہ اور ندامت کے سوا کچھ نہیں ہوتا خصوصاً فاسقوں خود غرضوں، حاسدوں اور حریصوں کی باتوں پر اعتماد نہ کرے کیونکہ لالچی آدمی اپنے ایک لقمے کے واسطے کئی لوگوں کو رنج پہنچاتا ہے اور حاسد ہر ہنر کو عیب سمجھتا ہے۔[۱۷]

تیسرا حق یہ ہے کہ حاکم جب کسی لغزش یا قصور کی وجہ سے کسی مسلمان پر غصہ کرے اور معاف کر دینے کی گنجائش موجود ہو تو معاف کرنے میں تین دن سے زیادہ تاخیر نہ کرے

لیکن یہ اس صورت میں جب اس نے کسی ایسی بات کی وجہ سے غصہ کیا ہو جس میں دین کا نقصان نہ ہوتا ہو اور اگر دین کا نقصان ہو تو اس سے تمام عمر بھی کنارہ کش رہنا جائز ہے۔ لیکن دنیاوی باتوں میں معاف کر دینا ہی بہتر ہے[۱۸]

چوتھا حق یہ ہے کہ عدل و احسان کا فیض تمام رعایا کے لیے عام کر دے اور احسان کرنے میں اہل اور نااہل کے درمیان فرق نہ کرے کیونکہ حاکم خدا کا سایہ ہوتا ہے جس طرح اللہ کی رحمت مومن و کافر سب پر پھیلی ہوئی ہے اس طرح حاکم کا عدل و احسان بھی نیک و بد سب کو شامل ہونا چاہیے[۱۹]

پانچواں حق یہ ہے کہ حکومت و بادشاہی کے رعب و داب کی بنا پر مسلمانوں کے گھروں میں تاک جھانک نہ کرے اور اجازت لیے بغیر رعایا کے گھروں میں داخل نہ ہو[۲۰]۔

چھٹا حق یہ ہے کہ مختلف قسم کے لوگوں سے ایک ہی جیسی گفتگو کے انداز کا متوقع نہ رہے بلکہ وہ جس حیثیت اور مرتبے کے ہیں اسی حیثیت اور درجہ کی اس سے بات کریں گے۔ ظالموں اور اوباشوں سے نرم گفتگو کی امید نہ رکھے، جاہل لوگوں سے فصیح و بلیغ بات چیت کی توقع نہ کرے، وحشی اور اجڈ لوگوں سے اس کا آرزو مند نہ ہو کہ وہ اس ادب و وقار کو ملحوظ رکھیں گے جو شرفا رکھتے ہیں اس طرح ہر آدمی پر اس کی حالت و حیثیت کے مطابق ذمہ داری ڈالے اور ان کی حیثیت و مرتبے کی وجہ سے ان کو معذور سمجھے کسی سے میل جول میں نفرت نہ کرے[۲۱]۔

ساتواں حق یہ ہے کہ مجلس میں بوڑھوں کا احترام کرے، خصوصاً ان بوڑھوں کا جو دین دار ہوں اور بچوں کو شفقت کی نظر سے دیکھے۔

آٹھواں حق یہ ہے کہ ہر مسلمان سے جس کام کا وعدہ کرے اس کو پورا کرے اور اس کی خلاف ورزی ہرگز نہ کرے[۲۲]۔

نواں حق یہ ہے کہ حکم دینے اور فیصلہ کرنے میں سختی اور ترش روئی نہ کرے اور وضیع و شریف اور امیر و غریب سب کے ساتھ کشادہ روئی سے پیش آئے اور ضعیفوں کے ساتھ نرمی اور مدارات سے بات کرے۔

دسواں حق یہ ہے کہ انصاف کو مدنظر رکھے اور جس طرح کے انصاف کا وہ خود لوگوں سے متوقع رہتا ہے اسی طرح کا انصاف ان سے بھی کرے اور مسلمانوں سے ایسا

معاملہ کرے جو اگر لوگ اس سے کریں تو وہ اسے پسند کرے۔[۲۳]

گیارہواں حق یہ ہے کہ مسلمانوں کے درمیان مصالحت میں جلدی کرنا اپنے اوپر فرض سمجھے اور ان کے جھگڑوں کا تصفیہ کرنے میں تاخیر نہ کرے۔ خصوصاً ان اختلافات میں جن کی حقیقت ظاہر و باہر ہو کیونکہ یہ مخاصمت دشمنی کا ذریعہ بننے کے علاوہ موجب فساد بھی ہو سکتی ہے۔[۲۴]

بارہواں حق یہ ہے کہ حاکم نہ مسلمانوں کے گناہوں کی ٹوہ میں رہے اور نہ ہر لغزش پر ضعیف رعیت کو ستائے بلکہ جہاں تک ممکن ہو لوگوں کی غلطیوں سے درگزر کرے اور اُن کے عیوب کو پوشیدہ رکھے۔

تیرہواں حق یہ ہے کہ حاکم شکوک و شبہات سے پرہیز کرے اور تہمت کے مواقع سے احتراز کرے ورنہ لوگ گناہوں پر دلیر ہو جائیں گے اور اگر خدانخواستہ وہ کبھی خود کسی گناہ میں ملوث ہو جائے تو اس کو لوگوں سے مخفی اور پوشیدہ رکھے کیونکہ عام لوگ نیکی اور بدی میں حاکم کے تابع اور پیرو ہوتے ہیں۔[۲۵]

چودہواں حق یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کی کوئی حاجت برآری حاکم کی سفارش پر موقوف ہو تو وہ سفارش کر کے اس کی مشکل کو دور کرنے میں غفلت و کوتاہی سے کام نہ لے۔

پندرہواں حق یہ ہے کہ حاکم طاقتوروں اور دولت مندوں کے مقابلے میں مجبور کمزور اور غریب لوگوں کو ترجیح دے اور عموماً فقرا، اور اہل اللہ کی ہم نشینی و صحبت اختیار کرے اور اپنے دل کے آئینے کو نیک لوگوں کے وعظ و نصیحت سے جلا دیتا رہے۔[۲۶]

سولہواں حق یہ ہے کہ فقر و فاقہ کے حالات سے غافل نہ رہے اور بیوگان اور یتیموں کے حالات کی خبر گیری اپنے اوپر فرض سمجھے اور قیامت کی بازپرس سے ڈرے کہ جس دن مال اور ملک کام نہیں آئے گا اس لیے آج جب کہ وہ طاقت رکھتا ہے تو اپنی ذمہ داری ادا کرنے کی کوشش کرے۔[۲۷]

سترہواں حق یہ ہے کہ حاکم اپنے سیاسی دبدبے سے کام لے کر راستوں کو پُرامن بنائے۔ اور ڈاکوؤں اور چوروں بلکہ راہزنی کرنے والوں اور مسلمانوں کو لوٹنے والوں کو تلاش کر کے انھیں سخت اور عبرتناک سزا دے۔ حاکم خوف و خطرے کی جگہوں پر عمارتیں بنوائے ورنہ کم از کم محافظ اور نگہبان مقرر کرے۔[۲۸]

اٹھارواں حق یہ ہے کہ جہاں سرائے یا پُل کی تعمیر ضروری ہو حاکم ان کے بنوانے میں غفلت سے کام نہ لے۔

انیسواں حق یہ ہے کہ حاکم مسلمانوں کی ہر بستی میں مسجد بنائے اس کے لیے امام اور مؤذن مقرر کرے جن کے گزارے کے لیے وظائف مقرر کرے تاکہ وہ فارغ البال ہو کر اوقات نماز کی پابندی کر سکیں اور ضروریات زندگی اس میں مانع نہ ہوں۔[۲۹]

بیسواں حق یہ ہے کہ حاکم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے غافل نہ ہو۔ خاص و عام سب کی تبلیغ و دعوت کے لیے نظم و نسق کرے۔[۳۰]

مسلم رعایا کے علاوہ حضرت شاہ ہمدانؒ نے غیر مسلموں اور ذمیوں کے حقوق بھی بیان کیے ہیں اور حضرت عمرؓ کی جانب منسوب ایک معاہدۂ امن کا ذکر کر کے اس کے بیس شرائط بھی تحریر کیے ہیں لیکن اس کے تعلق سے متعدد اہلِ علم نے حضرت شاہ ہمدانؒ پر اعتراضات کیے ہیں اس لیے ہم ان کو قلم انداز کرتے ہیں۔

ظاہر ہے حضرت شاہ ہمدانؒ کے خیالات صحیفۂ آسمانی نہیں ہیں کہ ان کو اعتراض سے بالاتر سمجھا جائے تاہم یہ بات ضرور پیش نظر رہنی چاہیے کہ ہر عہد کے کچھ سیاسی، سماجی اور مذہبی رجحانات اور تقاضے ہوتے ہیں جن کے اثرات اس عہد کے علماء و مشائخ کے خیالات پر مترتب ہوتے رہے ہیں۔

حوالے

۱؎ خلاصۃ المناقب بحوالہ سید علی الہمدانی از سیدہ اشرف ظفر، تاج کمپنی دہلی (سن ندارد) ص ۴۳-۴۴

۲؎ تفصیلات کے لیے تحقیقات اسلامی (علی گڑھ، اپریل—جون ۱۹۸۹ء) میں اس مقالہ نگار کا مضمون بعنوان "شاہ ہمدان اور کشمیر" دیکھیے۔

۳؎ مسکین، حاجی محی الدین: تحائف الابرار (امرتسر ۱۳۲۱ھ) ص ۱۳

۴؎ صحیفۃ السلوک، اردو ترجمہ "ذخیرۃ الملوک" از صدر الدین الرفاعی المجددی (شاہ ہمدان میک ویلفیر ٹرسٹ، سرینگر، کشمیر ۱۹۸۹ء) ص ۱۹۸

۵ھ صحیفۃ السلوک، ص ص ۳۳۶ - ۳۳۷۔ حاکم کی ضرورت پر شاہ ہمدانؒ نے اپنے مکتوبات میں بھی بحث کی ہے۔ دیکھیے مکتوبات شاہ ہمدان اردو ترجمہ از پروفیسر مولوی محمد ابراہیم (خانقاہ معلیٰ، سرینگر کشمیر ۱۹۸۳ء) ص ص ۱۱۴- ۱۱۵

۶ھ صحیفۃ السلوک ۳۴۸ — ۳۴۹   ۷ھ ایضاً ص ۳۵۰

۸ھ ایضاً، ص ۳۵۱   ۹ھ ایضاً

۱۰ھ ایضاً   ۱۱ھ ایضاً ص ۳۵۲   ۱۲ھ ایضاً ص ۳۵۳

۱۳ھ ایضاً   ۱۴ھ ایضاً ص ۳۵۴   ۱۵ھ ایضاً ص ۳۵۵

۱۶ھ ایضاً ص ۳۵۵ - ۳۵۶   ۱۷ھ ایضاً ص ۳۶۰-۳۶۱   ۱۸ھ ایضاً ص ۳۶۲

۱۹ھ ایضاً   ۲۰ھ ایضاً   ۲۱ھ ایضاً ص ۳۶۳

۲۲ھ ایضاً ص ۳۶۴   ۲۳ھ ایضاً ص ۳۶۵   ۲۴ھ ایضاً ص ۳۶۵

۲۵ھ ایضاً ص ۳۶۶   ۲۶ھ ایضاً ص ۳۶۸   ۲۷ھ ایضاً ص ۳۶۹

۲۸ھ ایضاً ص ۳۶۹   ۲۹ھ ایضاً ص ۳۷۰   ۳۰ھ ایضاً ص ۳۷۰

ایک سنہری موقع

تحقیقات اسلامی کی درج ذیل مکمل فائلیں محدود تعداد میں ہمارے اسٹاک میں موجود ہیں آپ فوراً طلب فرما سکتے ہیں۔

۱۔ ۱۹۸۸ء مکمل فائل مجلد مبلغ ۵۵/-
۲۔ ۱۹۸۹ء مکمل فائل غیر مجلد ۴۵/-
۳۔ ۱۹۹۰ء مکمل فائل غیر مجلد ۴۵/-

رسائل رجسٹری بھیجے جائیں گے اور مصارف ادارہ برداشت کرے گا۔

(منیجر)

اعلان

تحقیقات اسلامی کے معاونین سے التماس ہے کہ منی آرڈر ارسال کرتے وقت براہ کرم منی آرڈر کوپن پر اپنا پتا جلی حروف میں لکھنا ہرگز نہ بھولیں۔ ہمارے پاس متعدد منی آرڈر ایسے وصول ہوئے ہیں جن کے کوپن پر بھیجنے والے کا پتا نہیں ہے۔ اس لیے ہم ان کی فرمائش کی تکمیل نہیں کر پا رہے ہیں۔

(منیجر)